

عليه وسلم كاتما شيئا امر بتبليغه لکنتم
قوله تعالى 'واذ تقول للذي انعم الله
عليه وانعمت عليه امسك عليك ذنوبك
واتقل الله وتخفى في نفسك ما الله
مابديه وتخفى الناس والله احق انت
تخشاہ۔ (احزاب ۲۷)



یعنی آپ اگر تبلیغی امور میں سے کچھ
چھپانا چاہتے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو لوگوں
سے چھپاتے (جس کا ترجمہ یہ ہے) اے نبی یاد کرو
وہ موقع جب تم اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر
اللہ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو نہ
چھوڑو اور اللہ سے ڈرو اس وقت تم دل میں وہ بات
چھپائے ہوئے تھے۔ جسے اللہ تعالیٰ کھولنا چاہتا تھا تم
لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ اس کا
زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ آپ کی ایسے لفظ
یا جملہ یا آیت کی توجیح و تشریح فرمائیں جس کی
وضاحت مطلوب ہو کیونکہ قرآن مجید میں بسا
اوقات ایک جمل یا عام یا مطلق بات ہوتی ہے۔ تو
سنت اس کی وضاحت کرتی ہے یعنی آپ کے
ارشادات و اعمال اور تصویب و تقریر کے ذریعے
اس اجمال کی تفصیل عام کی تخصیص اور مطلق کی
تہمید کی جاتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید
کیلئے سنت انتہائی ضروری ہے۔

فہم قرآن کیلئے سنت کی ضرورت
سنت کی اس اہمیت کو ہم ایک مثال سے
واضح کرتے ہیں فرمان باری تعالیٰ ہے والسارق
والسارقة فاقطعوا ايدهما (مائدہ: ۳۸) چور
خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو اس

زیر نظر مضمون محدث العصر الشیخ محمد ناصر
الدین البانی حفظہ اللہ کی ایک تقریر ہے جسے بعد میں
”منزلتہ السنۃ فی الاسلام“ کے عنوان
سے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اس میں علامہ
موصوف نے اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ بعض
ناعاقبت اندیش مجتہدین مستشرقین کے بہکاوے
میں آکر نبی اکرم ﷺ سے قرآن کے شارع
ہونے کے وہ اعزاز چھیننا چاہتے ہیں جو خود اللہ
تعالیٰ نے انہیں عنایت فرمایا ہے اقادہ عام کے پیش
نظر اس کا اردو ترجمہ ہدیہ قارئین ہے۔ وبالله
التوفیق (الحمد)

اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری پیغام لوگوں تک
پہنچانے کیلئے نبی اکرم ﷺ کا انتخاب فرمایا اور ان
پر اپنی کتاب قرآن مجید کو اتارا جس میں دیگر
احکامات کی طرح یہ حکم بھی تھا کہ اے لوگوں کیلئے
بیان فرمائیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وانزلنا الیک الذکر لعین
للناس منازل الیہم (النحل: ۴۴)
اور ہم نے اب ذکر تم پر نازل کیا ہے
تا کہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح
کرتے جاؤ جو ان کیلئے اتاری گئی ہے۔
ہمارے نزدیک اس بیان کی دو اقسام

لو کان رسول اللہ صلی اللہ

من حدثکم ان محمدا صلی اللہ
عليه وسلم کتم شيئا امر بتبليغه فقد
اعظم علی اللہ تعالیٰ الفریقۃ۔ (اخرجه
الشیخان)

جو شخص یہ بیان کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ
نے ان بعض امور کو چھپایا جن کی تبلیغ کا آپ کو حکم
تھا اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باعہا ہے
اس کے بعد آپ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت
فرمائی۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے:

لو کان رسول اللہ صلی اللہ

آیت کریمہ میں المارقی اور ابدی کا لفظ مطلق واقع ہوا ہے جس کی کوئی حد بندی نہیں کی گئی۔ آپ کی قوی سنت نے وضاحت فرمائی ہے کہ چور کا ہاتھ ایک چوتھائی دینار یا زیادہ مالیت کی چوری کرنے پر کاٹا جائے چنانچہ حدیث میں ہے:

لاقطع الا في ربيع دينار فصاعدا (اخرجه الشيخان)

یعنی ایک چوتھائی دینار کی قیمت سے کم کی چوری میں نہ کاٹا جائے (اس زمانہ میں ۱/۴ درہم کے برابر تھا ایک درہم میں تین ماشہ اور ۱/۵ رقی چاندی ہوتی تھی) نبی کریم ﷺ کی فعلی اور تقریری سنت سے لفظ ابدی کو مقید کیا گیا ہے یعنی ہاتھ کے حلق وضاحت فرمائی کہ اسے کلائی سے کاٹنا ہے جیسا کہ کتب حدیث کا مطالعہ کرنے والے پر حقیقی نہیں ہے اور آیت حتم میں لفظ ابدی یعنی ہاتھ کی تنقید اس طرح سے ہوئی ہے کہ اس سے مراد ہتھیلیاں ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فامسحوا بوجوهكم وابدھكم (نساء: ۴۳)

پاک مٹی سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔

حدیث پاک میں تیمم کا طریقہ یوں بیان ہوا ہے:

التيمم خربة للوجه والكفين (اخرجه الشيخان عن عمار بن ياسر رضي الله عنه)

یعنی تیمم کیلئے صرف ایک ہی دفعہ ہاتھ مارنا کافی ہے وہی ہاتھ چہرے پر پھیر لیا جائے اور پھر اسی کو ہتھیلیوں پر بھی پھیر لیا جائے۔

اسی اصول کی وضاحت کیلئے ہم مزید چند آیات کا حوالہ دیتے ہیں جن سے واضح ہوگا کہ سنت کے ذریعے ہی قرآن کریم کو درست طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔

پہلی آیت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الذين آمنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون (الانعام: ۸۲)

حقیقت میں امن تو انہی کیلئے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس آیت میں وارد لفظ ”ظلم“ کو اپنے عموم پر محمول کیا جو ہر چھوٹے بڑے ظلم کو شامل ہے چنانچہ انہوں نے صاحب قرآن ﷺ کے سامنے اپنا اشکال بایں الفاظ پیش کیا کہ اینا لم يلبس ايماننا بظلم ہم میں سے کون ہے جو اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کرتا؟ اندریں حالات امن کے حقدار کون ہیں؟ آپ نے اس کا یہ حل بیان فرمایا ہے کہ:

ليس بذلك انما هو الشرك الا تسمعون الى قول لقمان ان الشرك لظلم عظيم (اخرجه الشيخان)

ایسا نہیں بلکہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے کیا تم حضرت لقمان کی بات نہیں سنتے وہ فرماتے ہیں کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اب نبی کریم ﷺ کے فرمان کے بعد آیت کا مفہوم واضح ہو گیا کہ جو لوگ صرف اللہ کو مانیں اور اپنے اس ماننے کو کسی شرک کا نہ عقیدہ و عمل سے آلودہ نہ کریں امن صرف انہی کیلئے ہے اور

یہی راہ راست پر ہیں۔ اس وضاحت کے بعد صحابہ کرام کی غلط فہمی بھی دور ہوگئی۔

دوسری آیت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا ضربتم في الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلاة ان خفتم ان يفتنكم الذين كفروا (النساء: ۱۰۱)

اور جب تم سفر کیلئے نکلو نماز کو قصر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ تمہیں اندیشہ ہو کہ تمہیں کافر ستائیں گے۔

اس آیت کے ظاہر کا تقاضہ ہے کہ سفر میں نماز قصر کرنا حالت جنگ کے ساتھ مشروط ہے یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ ہم حالت امن میں بھی قصر کرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

صدقته تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته (رواه مسلم)

(حالات امن میں قصر کی اجازت) ایک انعام ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخشا ہے اس لئے اس کے انعام کو قبول کرو۔

تیسری آیت: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

حرمت عليكم الميتة والدم..... الخ (مائدہ: ۳)

تم پر مردار اور خون حرام کر دیا گیا ہے۔ آیت کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے کہ ہر قسم کا مردار اور ہر قسم کا خون حرام ہے لیکن سنت قوی نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ مکاری اور مچھلی ذبح کئے بغیر استعمال کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح جگر اور تلی کا جو خون ہوتا ہے اسے کھایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

نے فرمایا:

مذکورہ مثالوں سے سنت کی آئینی حیثیت

روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ جب ہم ان پر نظر ثانی کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کیلئے سنت رسول اللہ ﷺ نے رکھنا انتہائی ضروری ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

پہلی مثال میں صحابہ کرام نے ظلم کو عام معصیت کے معنی پر محمول کیا حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

افضل هذا الامته وابرها قلوبا
اعمقها علما واقلها تكلفا (مشکوٰۃ
بحوالہ ذہین)

اس امت کے بہترین، سادہ مزاج اور ظلم سے گہرائی پاکہاز، صاف دل، سادہ مزاج اور ظلم سے گہرائی اور گیرائی رکھنے والے حضرات ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علم و عمل میں اس قدر بلند پایہ مقام رکھنے کے باوجود اس آیت کے مفہوم کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے بلکہ انہوں نے اپنے افعال کو نبی اکرم ﷺ کے حضور پیش کیا اگر نبی اکرم ﷺ ان کی رہنمائی نہ کرتے اور افعال کو رفع نہ فرماتے کہ ظلم سے مراد شرک ہے تو ہم (صحابہ کرام سے بھی بڑھ کر) اس غلط فہمی کا شکار ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی رہنمائی کے ذریعے ہمیں اس قسم کی غلطی سے محفوظ رکھا۔

دوسری مثال کو لیجیے اگر حدیث مذکور میں اس امر کی وضاحت نہ کی جاتی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے تو سفر میں بحالت امن نماز قصر کرنے کے متعلق ہم شک و شبہ میں ضرور مبتلا ہوتے جیسا کہ

ان الله ورسوله لينهيانكم عن
الحمر الانسية فانها رجس (اخرجه
الشيخان)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے گھریلو گدھوں کو حرام کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ سرپا خست اور پلید ہیں؟

پانچویں آیت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل من حرم زينة الله التي اخرج
لعباده والطيبات من الزوق (الاعراف: ۳۲)

اے نبی ان سے کہو کہ اللہ کی زینت کو حرام کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کیا تھا اور کس نے اللہ کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کیلئے ہر قسم کی زینت حلال ہے جبکہ سنت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسی زینت کی نشاندہی بھی فرمائی ہے جو مردوں کیلئے شرعاً حرام ہے چنانچہ روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ایک ہاتھ میں سونا اور ایک ہاتھ میں ریشم لیا اور اپنے صحابہ کے پاس آ کر فرمایا:

هذان حرام على ذكورك امتي
وحل لاناها - (اخرجه الحاكم
وصححه)

یہ دونوں میری امت کے مردوں کیلئے حرام اور عورتوں کیلئے حلال ہیں۔

اسی طرح دیگر بے شمار احادیث موجود ہیں جنہیں بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

احلت لنا ميتتان ودمان

الجراد والهوت والكبد والطحال

ہمارے لئے دو مردار اور دو خون یعنی کڑی اور مچھلی جگر اور تلی حلال کر دیئے ہیں:

چوتھی آیت: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قل لا اجد في ما اوحى الي
محرمًا على طاعم يطعمه الا ان يكون
ميتة او دما مسفوحا او لحم خنزير فانه
رجس او فسقا اهل لغير الله به
(الانعام: ۱۴۵)

(اے پیغمبر) ان سے کہو کہ جو جوتی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے کیلئے حرام ہو الا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے یا گناہ کی کوئی چیز جو اللہ کے سوا کسی اور نام پر ذبح کی گئی ہو۔

اس آیت کے بعد ہم سنت رسول ﷺ کو دیکھتے ہیں کہ اس نے بے شمار ایسی اشیاء کو حرام قرار دیا ہے جن کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے۔ مثلاً مچھلی والے تمام درندے، چنگال والے تمام پرندے اور گھریلو گدھے حرام ہیں جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

كل ذي ناب من السباع وكل
ذي مخلب من الطير حرام (اخرجه
الشيخان)

مچھلی والے تمام درندے اور چنگال والے تمام پرندے حرام ہیں۔

اسی طرح غزوہ خیبر کے موقع پر آپ ﷺ

محرمات کی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر افسوس ناک بات یہ ہے کہ ایک فاضل مصنف نے قانون اور عقیدہ کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی ہے اس کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں نے اسے تصنیف کرتے وقت صرف قرآن مجید کو سامنے رکھا ہے یعنی سنت رسول اللہ ﷺ کا سہارا لینے کی زحمت نہیں کی۔ حالانکہ ہم نے اوپر جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ قطعی طور پر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ شریعت اسلامیہ صرف قرآن مجید ہی کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن اور سنت کے مجموعے کا نام شریعت ہے جس نے صرف ایک کو اپنے لئے کافی سمجھتے ہوئے دوسرے سے روگردانی کی تو یقیناً یہ ضلالت و گمراہی ہے کیونکہ ان کا آپس میں چولی دامن کا تعلق ہے اور دونوں کے باہمی احتراز سے مستقل ایک ماخذ قرار پاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

۱. من يطع الرسول فقد اطاع الله (نساء: ۶۵)
جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے در حقیقت اللہ کی اطاعت کی۔

۲. فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما (نساء: ۶۵)

تمہارے رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں۔

۳. وما كان لمومن ولا مومنة اذا

ارشادات کے بغیر قرآن مجید سمجھنے کی کوشش کی تو راہ راست سے بھٹک گئے اور انہوں نے اس فکر جدید کو اپناتے ہوئے مردوں کیلئے سونے اور ریشم کی حلت اور ہر قسم کے درندوں کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا کیونکہ ان کے نزدیک قرآن کریم سنت کے عقیدہ سے آزاد ہے بلکہ دور حاضر میں اہل قرآن کے نام سے ایک نیا فرقہ رونما ہوا ہے۔ یہ لوگ سنت صحیحہ سے کسی قسم کی مدد لئے بغیر صرف اپنی آراء و خواہشات سے قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہیں۔

ان لوگوں نے سنت کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی ناکام کوشش بھی کی ہے اگر ان کی ہوائے نفس کے مطابق ہو تو اسے قابل عمل سمجھتے ہیں بصورت دیگر اسے مسترد کر دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی قماش کے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

لا الفين احدكم منكنا على اريكة ياتيه الامر من امرى مما امرت به اولهيت و عنه فيقول لا ادرى ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه (رواه الترمذی)
میں تم میں سے کسی شخص کو نہ پاؤں جو اپنی مسہری پر نکیہ لگا کر بیٹھا ہو جب اس کے پاس میرا امر یا نبی آئے تو کہے کہ میں نہیں جانتا ہم تو صرف اس حکم کے پابند ہیں جو کتاب اللہ یعنی قرآن مجید میں موجود ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔
الا ان ما حرم الرسول مفل ما حرم الله.

خبردار نبی اکرم ﷺ کی حرام کردہ اشیاء کی بھی وہی حیثیت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

آیت سے ظاہر ہے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے اس کے متعلق نہ پوچھا ہوتا اور آپ ﷺ کو حالت امن میں قہر کرتے نہ دیکھا ہوتا تو یقیناً وہ بھی شک میں رہتے جیسا کہ روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

تیسری مثال پر غور کیجئے کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی نے ہماری راہنمائی نہ کی ہوتی تو ہم کڑی، پھلی، جگر، تلی جیسی پاکیزہ اور حلال چیزوں کو حرام قرار دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے سنت رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہمیں اس سے محفوظ رکھا۔

چوتھی مثال پر ایک نظر ڈالیں کہ اگر احادیث سے معاملہ صاف نہ ہوتا تو ہم کھلی والے درندوں اور چنگال والے پرندوں کو بھی حلال ٹھہرا لیتے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول ﷺ کے ذریعے حرام ٹھہرایا ہے۔

پانچویں مثال کو دیکھئے کہ اگر احادیث نہ ہوتیں تو ہم مردوں کیلئے بھی سونے اور ریشم جیسی زینت کو حلال قرار دیتے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے ذریعے مردوں پر حرام کیا ہے انہی امور کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے بعض اسلاف مثلاً (یحییٰ بن ابی کثیر) نے کہا ہے:

السنة تقضي على الكتاب (۲)
سنت سے کتاب (کے احکام) کی حیثیت متعین ہوتی ہے۔

یہ امر انتہائی باعث افسوس ہے کہ بعض جدید مفسرین اور جدت پسند معاصرین کو قرآن مجید کے سلسلے میں سنت کی حیثیت بہت ناگوار گزری ہے انہوں نے صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کے

قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم
الخيرة من امرهم ومن يعص الله
ورسوله فقد ضل ضللا مبينا (احزاب:
۳۶)

کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے
کہ جب اللہ اور اس کا رسول مقبول کسی معاملے کا
فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملہ میں خود ہی
فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور
اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی
میں پڑ گیا۔

۴. وما اتکم الرسول فخذوه وما
نہاکم عنه فانتهوا۔ (حشر: ۷)

اور جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور
جس چیز سے وہ تمہیں روکے اس سے رک جاؤ۔

موخر ذکر آیت کی مناسبت سے ہم عبد اللہ
بن مسعودؓ کے واقعہ کا حوالہ دیتا ضروری خیال کرتے
ہیں کہ جب انہوں نے ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے
کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں کام کرنے والی
عورت پر لعنت فرمائی ہے تو اس تقریر کو سن کر قبیلہ بنو
سعد کی ام یعقوب نامی عورت ان کے پاس آئی اور
کہا کہ یہ بات آپ نے کہاں سے اخذ کی
ہے؟ کتاب اللہ میں تو یہ مضمون کہیں میری نظر سے
نہیں گزرا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اگر
تو نے اللہ کی کتاب کا بغور مطالعہ کیا ہوتا تو یہ بات
تجھے اس میں ضرور مل جاتی کیا تم نے یہ آیت نہیں
پڑھی کہ:

وما اتکم الرسول فخذوه وما
نہاکم عنه فانتهوا۔

اس نے عرض کیا ہاں یہ آیت تو میں نے

پڑھی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ
رسول اللہ ﷺ نے اس فعل سے منع فرمایا ہے۔ اور
یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فعل کرنے والی
عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ عورت نے عرض کیا کہ
اب میں سمجھ گئی ہوں۔ (متفق علیہ)

اس واقعہ سے قرآن اور حدیث کے
باہمی تعلق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ہمارے پیش کردہ دلائل سے یہ بات روز
روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کیلئے
صرف عربی زبان میں مہارت نا کافی ہے کیونکہ
قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے صاحب قرآن ﷺ کی قوی
اور فعلی سنت کا تعاون ناگزیر ہے صحابہ کرام عربی
زبان میں پوری مہارت رکھتے اور زبان کے
لطائف و دقائق سے بخوبی آگاہ تھے اس وقت ان
کی عربیت عامی لب و لہجہ اور عجمیت کی ملاوٹ سے
صاف پاک تھی اور اس میں کسی قسم کا بگاڑ پیدا نہیں
ہوا تھا۔ قرآن کریم انہی کی زبان میں نازل ہوا
لیکن وہ بعض قرآنی آیات کو اپنی زبان دانی کے
سہارے سمجھنے سے قاصر رہے اور پیش آمدہ اشکال
نبی اکرم ﷺ کے حضور پیش کرتے جیسا کہ ہم
تفصیل سے بیان کر آئے ہیں۔ اسی بناء پر ہم کہتے
ہیں کہ قرآن کریم کے معارف و دقائق سے آگاہی
اور اس سے استنباط احکام پر عبور صرف اسی انسان کو
حاصل ہو سکتا ہے جو سنن و احادیث پر گہری نظر رکھتا
ہو۔ اس کے برعکس جو انسان ان سے قطعاً نا بلد ہے
یا اس کے نزدیک یہ ذخیرہ قابل اعتماد نہیں یا اس کی
طرف بالکل توجہ نہیں دیتا وہ قرآن کریم کے اسرار و
رموز سے قطعاً آشنا نہیں ہو سکتا۔ اصول تفسیر کا یہ
ایک متفقہ قاعدہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر و تشریح،

قرآن اور حدیث دونوں کی روشنی میں کی جائے
پھر اقوال صحابہ کو دیکھا جائے۔ اس تفصیل سے ان
قدیم و جدید علماء کی کجروی بھی واضح ہو جاتی ہے
جنہوں نے عقائد کے باب میں سلف صالحین کے
خلاف طریقہ اپنایا ہے یعنی آیات و صفات میں
رسول اللہ ﷺ کے اقوال و سنن کی بالا دستی قبول
کرنے کی بجائے محض عقل و فکر کا سہارا لیا ہے شرح
عقیدہ لمحادیہ میں کس قدر عمدہ بات بیان کی گئی ہے۔
وہ انسان اصول دین پر کیسے گفتگو کر سکتا
ہے جو کتاب و سنت سے مستفید ہونے کی بجائے
صرف اقوال رجال اور فقیہی آراء پر بھروسہ کرتا ہے
وہ بزعیم خویش اپنے پراگندہ خیالات کو کتاب اللہ
سے اخذ کرتا ہے لیکن کتاب اللہ کی تفسیر کرتے وقت
احادیث رسول اللہ ﷺ کو سامنے نہیں رکھتا اور نہ ہی
ان نصوص پر غور کرتا ہے جو صاحب قرآن سے صحیح
سند کے ساتھ منقول ہیں اور نہ ہی صحابہ کرام اور
تابعین عظام کے اقوال اس کے پیش نظر ہوتے
ہیں جو ماہرین فن نے ثقہ راویوں کے ذریعے ہم
تک پہنچائے ہیں ایسا کرنے والا قرآن کریم کے
صحیح مقصد کو ہرگز نہیں پاسکتا۔ سلف صالحین نے
صرف قرآنی الفاظ ہی ہمیں منتقل نہیں کئے بلکہ
انہوں نے اس کے معنی و مطالب بھی اپنے شیوخ
سے حاصل کر کے ہم تک پہنچائے ہیں جو اس راستہ
سے ہٹ کر قرآن پاک کی تفسیر کرتا ہے وہ یقیناً اپنی
رائے سے قرآن پاک کی تفسیر کرتا ہے فہم قرآن
کے متعلق احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ کو نظر انداز
کر کے صرف اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنے
والا خطا کار گناہ گار ہے خواہ اس کا موقف صحیح ہی
کیوں نہ ہو اس کے برعکس اگر کوئی تفسیر کرتے وقت

محققین کی طرح کتاب و سنت کو سامنے رکھتا ہے اور ان سے استفادہ کرتا ہے تو خطا کار ہونے کی صورت میں بھی اجر و ثواب کا حقدار ہے اگر ان کا بیان فحشائے الہی کے مطابق ہے تو اسے دو چند اجر ملے گا۔ (ص ۲۱۲ طبع چارم)

آگے چل کر شارح فرماتے ہیں:

ہمارے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم احادیث رسول اللہ ﷺ کو اپنے دل کی گہرائیوں سے تسلیم کریں اور آپ کے اوامر و نواہی کی اطاعت کریں اور آپ کے اقوال کو دل و جان سے قبول کریں اور کسی قسم کا عقلی معارضہ کئے بغیر انہیں برحق مانیں اس سلسلہ میں کسی قسم کے شکوک و شبہات کا شکار نہ ہوں۔ شخصی آراء اور خود ساختہ مفروضات کو ان پر ترجیح نہ دیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کو خضوع و خشوع اور توکل و امانت میں وحدہ لا شریک مانتے ہیں اسی طرح شرعی قوانین میں احادیث نبویہ کو آخری اتھارٹی کے طور پر تسلیم کریں۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص ۲۱۷)

مختصر یہ ہے کہ قرآن اور سنت کو ملا کر ایک ماخذ قرار دیا جائے اور پھر اس پر قانون سازی کی بنیاد رکھی جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ دائیں بائیں دیکھ کر رجعت قہقری کا ثبوت نہ دیں وگرنہ ضلالت و گمراہی ہمارے مقدر میں لکھ دی جائے گی جیسا کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا اما تمسکتُم بہما کتاب اللہ وسنتی ولن یتفرقا حتی یردنا علی الحوض۔

(یہ روایت امام مالک کے بلاغات سے

ہے۔ امام حاکم نے مستدرک میں سند حسن سے اس روایت کو موصولاً بیان کیا ہے۔)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور دوسری میری سنت ہے ان میں کسی قسم کی تفریق نہ ہوگی حتیٰ کے حوض کوثر پر بھی یہ دونوں اکٹھی پیش ہوں گی۔

ضروری تنبیہ۔

شرعی قواعد و ضوابط میں جس سنت کی اس قدر اہمیت بیان کی گئی ہے اس سے مراد وہ سنت ہے جو نبی اکرم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو اس کے ثبوت کیلئے وہ علمی اور تحقیقی انداز اختیار کیا گیا ہو جو محدثین کے ہاں معروف ہے اس سے قطعاً وہ احادیث مراد نہیں ہیں جو ہمارے ہاں تفسیر و فقہ، ترغیب و ترہیب اور وعظ و نصیحت کی کتب میں ملتی ہیں۔ کیونکہ ان کتب میں بیشتر ضعیف، منکر بلکہ موضوع اور بے اصل احادیث موجود ہیں۔ بعض تو ایسی ہیں کہ اسلام کا ان سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ کتب تفسیر میں ہاروت و ماروت اور قصہ غرائق سے متعلق احادیث ہیں۔ ہم نے اس طرح کی بے کار اور بے اصل احادیث کو کثیر تعداد میں اپنی کتاب میں جمع کر دیا ہے جس کا نام سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ و الموضوعۃ واثرا لیس فی الامۃ ہے۔

علمائے کرام اور مفتیان عظام کیلئے ضروری ہے کہ حدیث سے دلیل لیتے وقت اس کی صحت کے متعلق خوب جانچ پڑتال کر لیا کریں کیونکہ وہ کتب فقہ جن کی طرف عام طور پر مراجعت

کی جاتی ہے من گھڑت اور بے اصل احادیث سے بھری پڑی ہیں اور صحت احادیث کا ان میں التزام نہیں کیا گیا ہے۔

حدیث معاذ کی حیثیت

قارئین کرام کو ایک مشہور حدیث کی طرف بھی متوجہ کرنا ضروری ہے جو فقہ کی ہر کتاب میں خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کیا جاتا ہے وہ حدیث معاذ ہے جو سند کے لحاظ سے بھی کمزور اور ہمارے بیان کردہ موقف سے بھی متعارض ہے جو ہم نے قانون سازی میں کتاب و سنت کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہ رکھنے کی صورت میں بیان کیا ہے بلکہ ان دونوں کو یک وقت ایک ماخذ کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے۔ حدیث کی تفصیل یوں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا روانہ کرتے وقت فرمایا ہم تحکم اے معاذ فیصلہ کیے کرو گے۔

حضرت معاذ نے کہا اللہ کی کتاب کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا فان لم تجد یعنی اگر تجھے اس میں مسئلہ کا حل نہ مل سکے تو پھر کیا کرو گے عرض کیا آپ کی سنت مبارکہ سے رہنمائی حاصل کروں گا اس پر آپ نے فرمایا فان لم تجد اگر اس میں بھی نہ پا سکو تو پھر؟ حضرت معاذ بن جبل نے کہا کہ غور و فکر سے اجتہاد کروں گا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

الحمد لله الذی وفق رسول الله لما یحب رسولہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو ایسا کام کرنے کی توفیق دی جو اسے پسند ہے۔

بقیہ ایضاً عبد

اور قول و قرار کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه

فمنهم من قضیٰ نحبه ومنهم من ينتظر وما

بدلوا تبديلا (احزاب)

ایمان والو میں سے بعض وہ مرد ہیں

جنہوں نے جو عہد کیا وہ پورا کر دکھایا تو ان میں سے

کوئی اپنا کام پورا کر چکا اور کوئی وقت کا انتظار کر رہا

ہے اور ان میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی۔

یعنی بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد و

پیمانہ کیا تھا اس کو مکافہ پورا کر دیا اور بعض اس کے

منتظر ہیں یہ ان منافقین کی طرح نہیں ہیں جو عہد و

قرار کرنے کے باوجود پھر گئے۔

اسی طرح سورہ احزاب کی اس آیت میں بھی

یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ: وکان عہد اللہ مستولا

اور اللہ سے کئے ہوئے وعدے کی باز پرس

ہوگی کہ تم نے کیوں عہد و قرار اور وعدے کو پورا نہیں

کیا عہد کو توڑنا گویا ایمان کو توڑنا ہے۔

جو شخص عہد و قرار کو پورا کرتا ہے وہ دین دار

ہے اور جو نہیں پورا کرتا وہ بے دین ہے جیسا کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا ایمان لمن لا امانة له

ولا دین لمن لا عہد له (ترغیب)

خیانت کرنے والا اور امانت نہ واپس کرنے

والا ایماندار نہیں ہو سکتا اور نہ عہد توڑنے والا دین دار

ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو امانت دار اور دین دار

بنائے اور ہمیں وعدہ پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے

وما علینا الا البلاغ المبین

رکھی جائے۔

ہمارے نزدیک درست یہ ہے کہ قرآن

اور احادیث دونوں کو ملا کر ایک ماخذ قرار دیا جائے

ان کے درمیان کسی قسم کی تفریق روانہ رکھی جائے

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

الا انی اوتیت القرآن و مثله

معه (ابوداؤد)

دیکھو مجھے ایک تو قرآن دیا گیا ہے اور

اس جیسی اور چیز بھی اس کے ہمراہ عطا کی گئی ہے اور

اس چیز سے مراد سنت ہے ایک اور حدیث میں

قرآن و سنت کے تعلق کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

لن یفترقا حتی یردنا علی

الحوض۔

ان دونوں کو الگ الگ نہیں کیا جائے گا

حتیٰ کہ حوض کوثر پر یہ دونوں اکٹھی پیش ہوں گی۔

لہذا ان دونوں کے درمیان تفریق کرنا کسی صورت

میں بھی صحیح نہیں ہے۔

حدیث معاذ میں بیان کردہ تقسیم بھی ان

کے درمیان تفریق کو جنم دیتی ہے یہی وہ تعارض

ہے جس کے بطلان کو ہم بیان کر رہے ہیں۔

قرآن و سنت کے مطابق ہمارا موقف

اگر صحیح ہو تو یہ ہمارے اللہ کی عنایت ہے بصورت

دیگر ہمارے فکر و نظر کا قصور ہے۔ ہم اللہ کے حضور

دست بدعا ہیں کہ ہماری لغزشوں اور خطاؤں کو

معاف فرمائے اور اپنی نافرمانی سے محفوظ رکھے اور

ہمیں ایسے کام کرنے کی توفیق دے جن سے وہ

خوش ہو۔

وآخر دعوانا عن الحمد لله رب العالمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اس کی سند انتہائی کمزور ہے تفصیل کا اب

موقع نہیں ہے ہم نے سلسلہ الاحادیث الضعیفہ

حدیث رقم ۸۸۵ میں اس کی سند پر سیر حاصل بحث

کی ہے سر دست ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ امیر

المؤمنین فی الحدیث الامام محمد بن اسمعیل بخاریؒ نے

اس حدیث کے متعلق فرمایا:

”حدیث منکر“ یہ حدیث منکر ہے۔

اب ہم اس کے تعارض کو بیان کرتے ہیں

جس کا ہم پہلے وعدہ کر آئے ہیں۔

یہ حدیث فیصلہ کرنے والے حاکم کے

سامنے یہ طریق کار رکھتی ہے کہ سنت سے فیصلہ

کرنے سے پہلے اس کا حل کتاب اللہ میں تلاش

کرنا چاہیے۔ کتاب اللہ میں نہ ملنے کی صورت میں

اپنی قوت فکر و اجتہاد و رائے استعمال کرنے سے

پہلے اس کا حل سنت رسول اللہ ﷺ میں تلاش کرنا

چاہیے۔ رائے اور اجتہاد کی نسبت علمائے دین کا یہ

متفقہ فیصلہ ہے کہ جب تک کسی مسئلہ کا حل سنت

رسول ﷺ میں موجود ہے تو اجتہاد و قیاس سے

احتراز کیا جائے کیونکہ یہ ایک اصولی بات ہے۔

اذا جاء الاثر بطل النظر

جب حدیث مل جائے تو نظر و فکر کی

عمارت کو زمین بوس کر دیا جائے اس حد تک معاملہ

قابل عمل ہے لیکن سنت کے سلسلہ میں جو راہنمائی

اس حدیث سے ملتی ہے کہ قرآن مجید میں ہونے کی

صورت میں حدیث کی طرف التفات نہ کیا جائے،

صحیح نہیں ہے کیونکہ سنت رسول اللہ ﷺ کتاب اللہ

کے اجمال کی وضاحت، اس کے عموم و اطلاق کو

متعین کرتی ہے اس لئے کسی مسئلہ کا حل اگر قرآن

مجید میں موجود ہے۔ بھی سنت رسول اللہ ﷺ پر نظر